ڈاکٹر مظہر طلعت
ٹیچنگ ریسرچ ایسوسی ایٹ، شعبہ اُردو
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

نطشے اور دوستوئیفسکی کا تصورِ مافوق انسان

(بحوالہ ہائیڈیگر)

Article contains Nitzche's and concept of Superman or "Overman". Nitzche's concept of Superman has been analyzed in the light of Heidegger's article "Nitzche's words God is dead" Along this, article briefly explains the Dostevsky's concept of "Normal" and "Supernormal Man" in his Novel "Crime & Punishment".

Nitzche's "Overman" is product of movement of human history. By Nitzche history is moving towards emergence of "Overman". Dostoevsky attaches the birth of "Supernormal man" with the ethics of new Political system, which is linked with religiouslessness of societies in Europe.

جدیدیت کے آخری دور اور مابعد جدیدیت کا اکثر و بیشتر ادب اور فلسفہ انسان کی منہایت یا تحتِ انسانی صورت حال (Dehumanization) کے المیے کی داستان ہے۔ روش خیالی پروجیکٹ انسانی عروج و کمال کے دعوے پر کھڑا تھا مگر جلد ہی پتہ چل گیا کہ بیرون اور خارج کی ترقی انسانی کمال کے بجائے انسان کے زوال کی نشان دہی کرتی ہے۔

انسانوں اور انسان کے اعمال و کردار سے بے اطمینانی جہاں مذاہب کے لیے تبلیغ کا جواز لیے ہوئے ہے وہاں مذہب سے باہر دانشور اور فلاسفہ بھی انسانی صورتحال کو غیر مکمل اور غیر صحیح قرار دیتے رہے ہیں۔

انسان کی صورتحال سے غیر اطمینانی تو مولانا روم کے ہاں ہمیں ان کی شاعری میں واضح طور پر نظر آتی ہے جب وہ کہتے ہیں۔

کز دیو ودد ملولم وانسانم آرزوست

یہاں مولانا روم نے انسان کے کردار پر عدم تکمیل اور عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے انسانوں کو جانوروں کے مشابہ ہوتا بیان کیا ہے۔ مولانا روم نے نئے انسان کی پیدائش اور آمد کی خواہش کی ہے۔

مذہبی لوگوں اور فلاسفہ کی انسانوں اور انسان سے بے اطمینانی فقط انسانی صورتحال پر تنقید تک محدود نہیں رہی بلکہ اس صورتحال سے نجات کے لیے ایک نئے انسان کی آمد اور پیدائش کی خواہش بھی سامنے آئی۔

یہ ایک طرح کی بے اطمینانی اور نئی اکمل و کامل شخصیت کی آمد و پیدائش کی خواہش موجودہ صورتحال ہر بے اطمینانی اور تہذیبوں کی بوسیدگی کی نشاندہی بھی کرتی ہے۔ یعنی ایک طرح کا انکار انسانی معاشروں کے چلن اور موجود صورتحال کے بارے بول رہا ہے۔

انیسویں اور بیسویں صدی میں جہاں اصلاحات ایجنڈا بنیں وہاں انسانی معاشروں کے چلن، سفر اور سمت سے بے اطمینانی اس حد تک بڑھی کہ مارکس نے انسانی معاشرے کے بڑے بڑے بنیادی ستونوں (تصور خدا، قانونِ ملکیت، ادب برائے سرشاری) کو منہدم کرکے نئے غیر طبقاتی، مادیت اور ڈارون کے تصورات پر مبنی سماج کا تصور پیش کرکے انسانی صورتحال کو کامل بنانے کا فریضہ انجام دینے کی کوشش کی۔ لیکن مارکس کی یہ کوشش خارج کی تکمیل سے، پیداواری رشتوں کی تبدیلی کے ذریعے تھی۔ ہیگل کی بھی کوشش تھی کہ خارج میں موجود ریاست کو فرد پر نظم و ضبط لاگو کرکے انسان کی معاشرتی صورتحال خدا کے تصور سماج سے ہم آہنگ کر دی جائے۔

ہیگل اور مارکس کی انسانی معاشروں کی بہتری اور اصلاح کی کوشش خارج کی اہمیت اور داخل کی خارج کے ماتحت درستی پر منحصر تھیں اور دوسری طرف اسی زمانے میں کیرکے گور نے داخل سے خارج کی بہتری اور اصلاح کے اصولوں کا نقطہ نظر پیش کیا۔ کیرکے گور اگر مذہبی عقیدے کو انسان کے داخل کی اہم طاقت قرار دیتا ہے اور انسان کے جذبے کی اصلیت پر زور دیتا ہے تو ہیگل اور مارکس انسان کے ذہن اور عقل کی برتری کے ذریعے انسانی صورتحال کی اصلاح کے دعویدار تھے لیکن ایک بات دونوں گروہوں کے درمیان مشترک ہے کہ ہر دو انسانی صورتحال سے اور معاشرتی صورتحال سے بے زاری کا اظہار کرتے ہیں۔

یہاں نطشے اس منظر میں انسانی معاشرتی صورتحال اور انسانوں کی اندرونی ساخت اور بیرونی معاشرتی صورتحال کا ناقد ہی نہیں بلکہ اس نے نہ صرف جمہوریت، اخلاقیات تصورِ الٰہ اور یورپ کے تصورِفن سے مکمل انکار کر دیا اور عقل کے بالمقابل جبلت کی برتری اور انسان اور انسانی معاشرے کی بیماری کے علاج کے لیے اہم نسخے تجویز کیے ہیں۔

نطشے کی ان تجاویز میں کس طرح نطشے بیمار معاشرے کی صورتحال کو بیان کرتا ہے یہ نطشے کی کتاب پس زرتشت نے کہا میں واشگاف بیان ہوا ہے۔ نطشے کی انسانی معاشرے (یورپ) کی صورتحال اور انسان کی صورتحال سے بے اطمینانی کا اظہار کس طرح ہوا ہے۔ یہ دیکھنے کے لیے ہمیں نطشے کے چند اہم تصورات کو دیکھنا ہوگا۔ نطشے کے ان اہم تصورات میں نہلزم، اقدار کا انہدام، نئی اقدار کا قیام، نئی اقدار میں ارادہ حصولِ طاقت اور نئے انسان کی پیدائش یعنی Overman کا تصور شامل ہیں۔[1]

نطشے نے عقل کے بالمقابل جبلت کی اہمیت بیان کی اور انسان کی بیماری کے علاج کے لیے اہم نسخے تجویز کیے۔ بیسویں صدی کے اہم وجودی فلسفی مارٹن ہائیڈیگر نے اپنے مضمون ''نطشے کے الفاظ: خدا مر چکا ہے'' میں نطشے کے تصور نہلزم کو واضح کیا ہے۔ یاد رہے کہ نطشے کا تصور نہلزم یہ سادہ قسم کی انکاریت نہیں ہے نطشے کا تصور نہلزم کیا ہے اس کو ہائیڈیگر کے مطابق نطشے خود جواب دیتا ہے اور کہتا ہے ''اعلیٰ اقدار کا خود کو بے قدر کرنا''[2]

ہائیڈ یگر کے مطابق:

نطشے اس مظہر کو سابقہ اعلیٰ اقدار کی بے قدری کے عمل کا نام دیتا ہے۔[۳]

نطشے کی اعلیٰ اقدار سے مراد اخلاقی اقدار نہیں ہیں اعلیٰ اقدار سے ہائیڈ یگر کے مطابق:

''خدا اور ماورائے حس دنیا جو کہ واقعی سچی اور حقیقی حیثیت میں ہیں اور خدا اور ماورائے حس دنیا، ہر شے کو متعین کرتی ہیں۔ یہ آئیڈیلز اور نظریات اور اہداف کو متعین کرتی ہیں۔ یہ دونوں بنیادیں تمام موجودات اور انسانی زندگی کو بھی متعین کرتی ہیں اور معاونت کرتی ہیں۔ یہ دونوں بنیادیں یعنی خدا اور ماوروئے حس دنیا ''اعلیٰ اقدار ہیں''[۴]

ہائیڈ یگر کے اس بیان کے مطابق خدا اور ماورائے حس دنیا سے انسان اور انسانی معاشرے کے تعلق کا تاثر بھی ملتا ہے۔ یعنی یہ وہی روحانی اور جسمانی دنیا کے تعلق کا ناقابل حل مسئلہ ہے۔ روح سے اور خالقِ روح سے انسان کے تعلق کی نوعیت کیا بن چکی۔ کس طرح اعلیٰ اقدار یعنی خدا اور ماورائے حس دنیا انسان اور انسانی معاشرت میں عمل دخل سے محروم ہوچکی ہیں۔ پہلے کے روایتی انسان میں اور سماج میں یہ تعلق ایک زندہ تعلق کی حیثیت سے استوار تھا۔ وہ تعلق کیا ہوا؟ یاد رہے کہ ہائیڈ یگر کے مطابق نطشے انسانی معاشرے (یورپ) اور انسان کی موجودہ حالت پر بے اطمینانی کا اظہار کرتے ہوئے اب بیماری تشخیص کر رہا ہے۔

ہائیڈ یگر کے مطابق:

''اعلیٰ اقدار کے لازم ہونے والی حیثیت ابتر ہونا شروع ہو چکی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان اعلیٰ اقدار کا مقصد کیا ہے اگر ان اقدار کے اپنے مقرر کردہ اہداف اور منازل کے حصول کی کوئی ضمانت ہی نہیں رہی۔''(۵)

ہائیڈ یگر مزید کہتا ہے کہ:

''مروجہ اقدار نے جب اپنی قدر کھو دی تو نئی اقدار کی نئی عطائیگی ''اقدار کو دوبارہ قدر دینے میں تبدیل ہوگئی۔ قدر کی نئی عطائیگی کو قبول کرنے کے عمل سے پرانی اقدار کا انکار پیدا ہوا۔''(٦)

ہائیڈ یگر نے نطشے کے نہلزم کو سمجھنے کے لیے نطشے کے قدر کے تصور کو نطشے کی مابعد الطبیعیات کی تفہیم کی کلید قرار دیا ہے۔

نطشے کے قدر کے تصور کو بیان کرتے ہوئے ہائیڈ یگر کہتا ہے:

''نطشے کے مطابق قدر ہمیشہ دیکھنے کے عمل کی اور دیکھنے کے عمل کے لیے بنیاد بنتی ہے۔ بصارت کا نقطہِ ماسکہ قدر ہے۔''(۷)

ہائیڈ یگر کے مطابق:

''اقدار نقطہ نظر کی حیثیت سے تحفظ اور بڑھوتری کی شرائط ساتھ بنیاد ہیں۔''(۸)

اور

''جب اقدار لاگو کی جاتی ہیں دونوں طرح کی شرائط (تحفظ اور بڑھوتری) مستقلاً ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح گندھی ہونی چاہیں کہ وہ ایک دوسرے کے وحدیت کے تعلق میں ہونی چاہیں۔''(۹)

ہائیڈیگر کہتا ہے:

تحفظ اور بڑھوتری زندگی کی اہم خصوصی صفات ہیں۔ یہ صفات اندرونی طور پر ایک دوسرے سے متعلق ہیں۔ بڑھوتری اور نمو پانے کی خواہش زندگی کے جوہر کا حصہ ہیں۔ زندگی کا تحفظ زندگی کی نمو کے لیے عمل پذیر ہونا ہے۔ ہر وہ زندگی جو تحفظ تک محدود ہو وہ پہلے ہی زوال پذیر ہوتی ہے۔''(۱۰)

نطشے کے قدر کے تصور کو ہائیڈیگر نے ایک مرتبہ پھر بیان کرتے ہوئے کہا:

''نطشے کے مطابق قدر، Becoming کے درمیان میں زندگی کی پیچیدہ وضعوں کے حوالے سے تحفظ اور بڑھوتری کی شرائط کا نقطہ نظر ہے۔''(۱۱)

ہائیڈیگر کے الفاظ میں

''Becoming سے مراد تمام اشیا کی مسلسل اور مستقل حرکت نہیں۔ یہ نہ ہی حالتوں کا ادل بدل ہے۔ نہ ہی Becoming سے مراد ترقی ہے۔ اور نہ ہی ارتقا ہے۔''(۱۲)

ہائیڈیگر کے مطابق:

To Become سے مراد، نطشے کا ''ارادۂ حصولِ قوت'' ہے۔(۱۳)

ہائیڈیگر نطشے کو بیان کرتے ہوئے پہلے اعلیٰ اقدار کی نشاندہی کرتا ہے جو خدا اور ماورائے حس دنیا اور ماورائے حس دنیا کے حقیقی اور سچا ہونے کو بیان کرتا ہے۔ پھر ان اعلیٰ اقدار کی انسانی معاشرے اور انسان سے علیحدگی اور شکستگی کو واضح کرتا ہے۔ بعد میں نئی اقدار کے قیام کی ضرورت پیش کرتے ہوئے قدر کے تصور تک پہنچتا ہے اور قدر کو نقطہ نظر قرار دیتا ہے۔ قدر نقطہ نظر کی حیثیت سے تحفظ اور بڑھوتری کی شرائط کے ساتھ بنیاد ہیں۔ یوں وہ ہمیں To Become کے تصور تک لاتا ہے۔ اب یہ انسان سے انسانی معاشرے سے بے اطمینانی کا عمل معاشرے کو بیمار قرار دینے کے دعوے تک پہنچ گیا۔ یوں اب بیماری کا علاج پیش کیا جاتا ہے۔ بیماری ''تحفظ اور بڑھوتری'' میں کمی کہلائی جاسکتی ہے اور اب اس بیماری کا علاج تجویز ہوگا۔ یاد رہے کہ نطشے بخوبی ان مراحل کو طے کر کے واضح طور پر نئے انسان کی آمد کو بیان کرتے ہوئے ''سپر مین'' یا ''اوور مین'' کے نقطہ نظر تک پہنچے گا۔

ارادہ حصولِ طاقت کا تصور نطشے کے مطابق زندگی کے عمل میں کارفرما ہے۔ نطشے کہتا ہے:

''میں جہاں زندگی کرتا دیکھتا ہوں وہاں میں ارادہ حصولِ طاقت دیکھتا ہوں حتیٰ کہ اس شخص کے ارادے میں جو غلامی کر رہا ہے اس میں بھی آقا بننے کا ارادہ دیکھتا ہوں'' (۱۴)

ہائیڈیگر ارادہ حصول طاقت کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''نطشے کی زبان میں ارادہ حصول طاقت، Becoming، زندگی، اور وجود یہ سب بڑے تناظر میں ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔''(۱۵)

آگے چل کر ہائیڈیگر کہتا ہے کہ:

''Becoming کے اندرون میں زندگی، زندگی کرنیوالے، ارادہ حصولِ طاقت کے مراکز کی شکل پا لیتے ہیں یہ مراکز مخصوص اوقات میں سرگرم ہیں۔ اسی وجہ سے یہ مراکز حکمران طاقت کی ساختیں ہیں۔ انہی کے تحت نطشے آرٹ، ریاست، مذہب، سائنس اور معاشرے کو سوچتا اور فہم میں لاتا ہے۔''(۱۶)

ہائیڈیگر آگے چل کر ارادہ حصولِ طاقت کی وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے۔

'' ارادہ حصولِ طاقت کے الفاظ میں ''ارادہ'' کے معنی ہیں کسی شے کے لیے کوشاں ہونا۔ طاقت کے معنی ہیں مہارت اور قوت پر عمل پذیری ۔ یعنی ارادہ حصولِ طاقت کے معنی اقتدار میں آنے کی کوشش کے ہیں۔''(۱۷)

یہ ارادہ حصولِ طاقت نطشے کا وہ اہم تصور ہے جو انسان کے اصلی جوہر کا عکس ہے۔ ہائیڈیگر کے مطابق نطشے ارادہ حصولِ طاقت کو ہی سپرمین یا اوورمین کا جوہر قرار دیتا ہے۔ سپرمین یا مافوق انسان کا جوہر کیا ہے۔ ہائیڈیگر نطشے کے تصور سپرمین پر اپنی رائے دیتے ہوئے کہتا ہے:

'' اوورمین سے مراد انسانیت کا اصلی جوہر ہے جو اپنے زمانے کے جوہر کی تکمیل میں داخل ہونا شروع ہوگئی ہے۔ اوورمین وہ انسان ہے جو ارادہ حصولِ طاقت سے متعین ہونے والی حقیقت کی بنیاد پر ہے۔ یہ انسان اسی حقیقت سے ہے۔''(۱۸)

ہائیڈیگر کے الفاظ میں:

''انسانیت ارادہ کرتی ہے۔ اپنے وجود انسانیت کو بحیثیت ارادہ حصول طاقت اور یہ انسانی ہونے کو اپنی ہی جون میں محسوس کرتی ہے۔''(۱۹)

ہائیڈیگر آگے چل کر لکھتا ہے:

''انسانیت اپنے وجود انسانی کو ارادہ حصولِ طاقت کے تحت ارادہ (سوچتی) کرتی ہے اور اس وجود کو، انسانی ہونے کو اپنے صحیح مقام پر پاتی ہے۔ اور ارادہ حصولِ قوت کے تحت کُلی طور پر متعین ہوتی ہے۔''(۲۰)

اس انسانیتی جوہر کی صورت جو پچھلی نسل سے بالکل مختلف اور ماورا ہے کی اصطلاحی نام ''اوورمین'' ہے ہائیڈیگر کے مطابق:

'' نطشے کا اوورمین کا تصور ایک ایسا انسان نہیں جو نطشے کے فلسفے کو عمل پذیر کرنے کے لیے پیدا ہوا ہو۔''(۲۱)

ہائیڈیگر کے مطابق:

''انسان کا جوہر وہ جوہر ہے جو ارادہ کرتا ہے جو ارادہ حصولِ طاقت کے تحت ارادہ کرتا ہے یہی اوورمین ہے۔''(۲۲)

ہائیڈیگر کی نطشے کے تصورِ مافوق انسان کی اس عکاسی میں ہائیڈیگر کا نظریہ تفسیر وتعبیر جھلکیاں دکھاتا ہے کیونکہ ہائیڈیگر اپنی کتاب *Being & Time* میں بھی تفسیر وتشریح کے اصول بیان کرتے ہوئے جہاں مفسر اور شارح کو متن کے قریب رہنے کا مطالبہ کرتا ہے وہاں وہ متن کے باہر مفسر اور تشریح کنندہ کی متن میں اپنی شمولیت کا بھی مشورہ دیتا ہے۔ اوپر بیان کردہ نطشے کے تصورات کی تشریح میں ہائیڈیگر کا اپنا فلسفہ بھی جھلکتا ہے۔اب دیکھیے کہ ہائیڈیگر خود اپنے فلسفہ کے بنیادی تصورات میں سے Beingڈازن، کھلاؤ، موت کی طرف Being،Beingکے سوال کی تاریخ فلسفہ میں اولیت کے مطالبے جیسے تصورات کو بیان کرتے ہوئے ایک اہم سوال مستند فردیت اور غیر مستند فردیت کے سوال کو بھی اٹھاتا ہے۔

اگرچہ نطشے اور ہائیڈیگر کے تصورِ انسان میں بہت کم مشترک حصہ داری ہے لیکن نطشے کا تصور مافوق انسان یا اوورمین کا تصور اور ہائیڈیگر کا مستند فردیت کا تصور، ہر دو کے اپنے اپنے عصر میں انسان اور انسانی معاشرے دونوں سے بے اطمینانی جھلکتی ہے۔ اور نطشے کے اوورمین کی طرح ہائیڈیگر کا مستند فرد بھی ایک طرح کا آئیڈیل انسان ہے جس کی خواہش ہائیڈیگر کرتا ہے۔

ہائیڈیگر دنیاویت یعنی Beingکے راستے سے انسان کی دوری کو غیر مستند فردیت کہتے ہوئے دنیا کے امور میں شمولیت (یعنی ہر روز صبح اُٹھ کر اخبار پڑھنے کو) کو ہدف تنقید بناتا ہے۔ دنیاویت کا متضاد ہائیڈیگر کے نزدیکBeingکے راستے پر Beingکے ساتھ مسروری یا مصروفیت ہے اور وہ مستند فردیت کہلاتی ہے۔

نطشے جہاں اکثریت کو اقلیت کے مقابلے غیر اہم قرار دیتا ہے وہاں وہ جمہوریت کو بھی رد کرتا ہے۔ اور ہائیڈیگر بھی اکثریت اور عوامیت کو Beingکے راستے سے بھٹکنے کے کا عمل قرار دیتے ہوئے ناراست قرار دیتا ہے۔ ہائیڈیگر کا مافوق انسان ہی Beingکے ساتھ، Beingکے راستے کا مسافر، یاBeingکا چرواہا ہے۔

نطشے اور ہائیڈیگر تک یہی اوورمین کا نظریہ کیرکے گور اور دوستوئیفسکی کے تصور انسان کے تحت پہنچ چکا تھا۔ کیرکے گور نے یوں تو مافوق انسان یا اوورمین کی اصطلاح استعمال نہیں کی لیکن کیرکے گور کے ہاں عیسائیت کے ظواہر پر عمل کرنے والا عیسائی اور عیسائیت اور مذہب (یہاں مذہب سے کیرکے گور عیسائیت ہی مراد لیتا ہے) کے باطن میں ڈوب کر زندگی کرنے والے عیسائی کے درمیان واضح فرق موجود ہے۔

کیرکے گور نے جب انسانی زندگی یا ایک مسیحی کی زندگی کو تین درجوں میں تقسیم کیا تھا تو ایک مسیحی کے پہلے دور کو وہ جمالیاتی سطح قرار دیتا ہے جس میں دنیاویت کی جعلی جمالیات انسان کے وجود کی راہ رو ہوتی ہے۔

مسیحی کی زندگی کا اصل درجہ نہ جمالیاتی سطح ہے نہ اخلاقی سطح بلکہ کیرکے گور کے مطابق یہ مذہبی سطح ہے جو مسیحی کو خدا سے تعلق میں مکمل جوڑنے اور پیوست ہونے کی حالت ہے۔ کیا یہ ایک خاص فرد کی مذہبی فردیت کا بیان نہیں بن جاتا کہ

کیر کے گور کے مطابق مذہبی سطح پر عیسائی خدا کے بازوؤں میں سما جانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے اگر چہ یہ مذہبی سطح فقط سادہ صورتحال نہیں ہے اس سطح پر وجود کو خدا جیسی عظیم ہستی کے بازووں میں سما جانے کے عمل میں خطرات کی اتھاہ گہرائی میں گرنے کے چیلنج کا امکان بھی ہے لیکن کیر کے گور کے مطابق اصل عیسائی زندگی اور یقین کا مرتبہ یہی ہے۔

دراصل کیر کے گور کو ہالینڈ کے مسیحی معاشرے میں حقیقی مذہبی عقیدے میں تنزل کا احساس تھا اور دوسری طرف کیر کے گور انسانی وجود کے تنہائی اور عظیم کائنات میں تنہا گھرے ہوئے فرد کی وجودی صورتحال کے ادراک سے واقف تھا۔ کیر کے گور کی مذہبی وجودیت میں اصلاح معاشرت بھی واضح رخ کی حامل ہے۔ یہ ایک طرح کی انسانی صورتحال اور انسانی معاشروں سے بے اطمینانی کا ہی بیان ہے۔

یوں فلسفہ خواہ وہ نطشے کے مافوق انسان کے تصور کی صورت میں ہو، ہائیڈ یگر کے تصور مستند فردیت کی صورت میں ہو یا کیر کے گور کی مذہبی سطح کی زندگی کا تصور ہو، تمام کا تمام انسانی تہذیبی سفر کی غلط روی اور اصلاح کے امکان کے موجود رہنے کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ ایک ممکنہ بہتر، اعلیٰ اور مستند زندگی کی پیدائش اور نمو کی خواہش اور آئیڈیل کی موجودگی یہ بات ثابت کرتی ہے کہ رومی کا انسان کی تلاش کا سوال ابھی تک اہم ہے اور نئے انسان کی پیدائش اور آمد انسانی تاریخ میں قائم ہے۔

یاد رہے کہ دوستوئیفسکی بھی اپنے ناول ''جرم وسزا'' کے ایک کردار رسکولنیکوف کے ''معمولی'' اور ''غیر معمولی'' آدمی کے تصور کے ذریعے اسی نئے آدمی کا ہی اظہار اور پیشن گوئی کر رہا ہے۔ رسکولنیکوف خود کو غیر معمولی آدمی ثابت کرتے ہوئے جرم (قتل) کرتا ہے اور معاشرے سے سود خور بڑھیا (مقتولہ) کے وجود سے پاک کرتا ہے اور معاشرے کی اصلاح کے لیے قتل جیسے جرم کو روا قرار دیتا ہے کیونکہ رسکولنیکوف کے نظریے کے مطابق غیر معمولی آدمی اور معمولی آدمی کے درمیان فرق یہ ہے کہ غیر معمولی آدمی (مثلاً نپولین وغیرہ وغیرہ) انسانیت کے سفر کو جاری رکھنے کے لیے اخلاقی معیار (اخلاقیات وقوانین) سے مستثنیٰ ہوتے ہوئے نئے اخلاق اور نئے معیار قائم کرسکتا ہے اور سونے پہ سہاگہ کہ اسے (غیر معمولی آدمی کو) نیا معیار قائم کرنا بھی چاہیے۔ عام اخلاقیات کے اصولوں اور قوانین کی پابندی صرف معمولی آدمی کے لیے ہوتی ہے اور ہونی چاہیے۔

اخلاقیات سے ماوریٰ نئی اخلاقیات، انسان سے ماوریٰ نیا انسان، نیک اور بد سے پرے، سپرمین یا مافوق انسان کیا ہوگا کیسا ہوگا۔ غیر معمولی آدمی یا مستند فرد کس نوع سے ہے ان سوالات کا جواب ہائیڈ یگر نے اپنی نطشے کی تفہیم سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ نیا انسان یا اوور مین ایک نئی وضع کی خود شعوری اور ارادہ حصول طاقت کی تجسیم کا امکان ہے۔ مگر طاقت کے حصول کی خواہش نے انسان کو جس پستی میں لا پھینکا ہے اس کی داستان بیسویں صدی کے ادب اور فنون کے تمام شعبوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ نطشے کے ''سپر مین'' کو ہائیڈیگر ''اوور مین'' کہتا ہے

2. Martin Heidegger,*OFF THE BEATEN TRACK*, Translation-Julian Young & Kenneth Haynes, Cambridge University Press, Pp 166.
3. do
4. do
5. do
6. Martin Heidegger,*OFF THE BEATEN TRACK*, Translation-Julian Young & Kenneth Haynes, Cambridge University Press, P 167.
7. Martin Heidegger,*OFF THE BEATEN TRACK*, Translation-Julian Young & Kenneth Haynes, Cambridge University Press, P 170.
8. Martin Heidegger,*OFF THE BEATEN TRACK*, Translation-Julian Young & Kenneth Haynes, Cambridge University Press, P 171.
9. do
10. do
11. Martin Heidegger,*OFF THE BEATEN TRACK*, Translation-Julian Young & Kenneth Haynes, Cambridge University Press, P 172.
12. do
13. do
14. Martin Heidegger,*OFF THE BEATEN TRACK*, Translation-Julian Young & Kenneth Haynes, Cambridge University Press, P 174.
15. Martin Heidegger,*OFF THE BEATEN TRACK*, Translation-Julian Young & Kenneth Haynes, Cambridge University Press, P 172.
16. do
17. Martin Heidegger,*OFF THE BEATEN TRACK*, Translation-Julian Young & Kenneth Haynes, Cambridge University Press, P 174.
18. Martin Heidegger,*OFF THE BEATEN TRACK*, Translation-Julian Young & Kenneth Haynes, Cambridge University Press, P 188.
19. Martin Heidegger,*OFF THE BEATEN TRACK*, Translation-Julian Young & Kenneth Haynes, Cambridge University Press, P 187.
20. do
21. do
22. Martin Heidegger,*OFF THE BEATEN TRACK*, Translation-Julian Young & Kenneth Haynes, Cambridge University Press, P 188.